# مثنوی رومی میں بے جا تصرفات

از

(جناب ڈاکٹر محمد احمد صدیقی ایم۔ اے ڈی فل الہ آباد یونیورسٹی)

مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ ایک طویل مگر دقیق اور فلسفیانہ مثنوی ہے اور اہلِ دل اور اہلِ علم حضرات میں اس کی بڑی قدر و منزلت ہے۔ چنانچہ مشہور ہے کہ مولانا جامی علیہ الرحمۃ نے اس کے علوِ شان کو یہ کہہ کر ظاہر کیا ہے کہ

مثنویِ مولویِ معنوی ہست قرآں در زبانِ پہلوی

یعنی چونکہ اس مثنوی میں ما بعد الطبیعیاتی مسائل قرآن و حدیث کے عین مطابق بیان ہوئے ہیں گو فلسفیانہ رنگ میں ہیں اور زبان ہے فارسی قدیم پہلوی اور دری والی اس لئے یہ مثنوی گویا زبان فارسی میں قرآن کی تفسیر بلکہ خود قرآن (پڑھنے کے قابل چیز) ہے۔

پھر جب خود قرآنِ عربی، اہلِ زیغ و اہلِ ہویٰ کی شرارت آمیز تصرف و تحریف سے نہ بچ سکا اگرچہ بفحوائے

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالےٰ نے لے لیا تو یہ قرآنِ پہلوی متنطعین اور محرفین کی شرارتوں سے کیوں بچ جاتا چنانچہ یہی ہوا کہ اہلِ غرض نے اس میں بھی عجیب عجیب تصرفات کئے، معنوی تصرفات و تحریفات تو انھوں نے اس میں کئے ہی تھے چنانچہ عالم نما جاہلوں نے اس کے بعض اشعار کا مطلب کچھ کا کچھ بتایا اور پھیلایا ہے۔ مثلاً مثنوی کا ایک شعر ہے:-

(۱) روزہا گر رفت - گو ’رو‘ باک نیست تو بماں، ای آنکہ چوں تو پاک نیست

اس کا مطلب عموماً یوں کہہ دیا جاتا ہے کہ زمانہ گزرا چلا جاتا ہے تو گذرنے دو کچھ پروا نہیں۔ اے وہ ذات جس کے برابر کوئی دوسرا پاک نہیں تو رہ جا۔ مگر اس شعر میں روز کا لفظ دراصل حضرات صوفیہ کی ایک اصطلاح کے طور پر بولا گیا ہے زمانہ اور دن کے متعارف معنوں میں نہیں بولا گیا ہے۔ روز کہتے ہیں کیفیات و لذات و احوال کو۔ مولانا کا مطلب یہ ہے کہ مبتدی صوفی کیفیات و لذات کو بہت کچھ سمجھتے ہیں اور عمل اور ذکر کو وہ ابالی کھچڑی اور بے مرچ کا سالن جانتے ہیں بغیر کیفیات و لذات کی چٹنی کے عمل و ذکر کا لقمہ ان کے حلق کے نیچے نہیں اترتا۔ حالانکہ عارف کو ذات کا طالب ہونا چاہئے لذات کا نہیں۔

© rasailojaraid.com



اس پر مولانا فرماتے ہیں کہ اگر کیفیات و لذّات چلی جائیں تو چلی جائیں ۔ لذات نہ ہوں تو بلا سے نہ ہوں ہم ان سب کی کچھ پروا نہیں کرتے اے ذاتِ حق بس تو ہم کو مل جا اور ہمارے پاس رہ جا۔ فنا و عدم سے اور بُعد و غیبت سے بجز تیرے کوئی دوسرا پاک نہیں ۔ (دوسری مثال مثنوی کا ایک مشہور شعر ہے :-

(۲) دل بدست آور کہ حج اکبر است　　از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

اس شعر کا مطلب یہ کہتے ہیں کہ اس میں مولانا نے خدمتِ خلق اور ہمدردی و دل دہی کرنے کی ترغیب دی ہے فرماتے ہیں "کسی حاجتمند کی ضرورت پوری کر کے اس کا دل فتح کر لو اس کا ثواب بے انتہا ہے ،، حالانکہ مولانا کا یہ مطلب نہیں ہے مولانا تو یہاں اصلاحِ نفس اور تزکیۂ قلب کا مضمون فرما رہے ہیں کہ " اپنے قلب پر قابو حاصل کر لو اسے اس کی خواہشات اور مرغوبات میں بگٹٹ نہ چھوڑ دکیوں کہ ہوائے نفس اور تمنائے دل کی پابندی تمام گناہوں کی جڑ اور اسی کو قابو میں رکھنا ہزاروں طوافِ کعبہ سے بہتر ہے" [صوفی کو اہلِ دل اور صاحبِ دل اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہ دل پر قابو پا لیتا ہے] غور کیجئے کہاں وہ مطلب اور کہاں یہ ع فاین الثریا واین الثریٰ! خیر یہ معنوی تحریف و تصرف کی دو مثالیں تو بر سبیل تذکرہ عرض کر دی گئیں لیکن مثنوی میں بعض تصرفات تو ایسے کئے گئے ہیں جنھیں لفظی تحریف کہنا غالباً بے جا نہ ہوگا یعنی دوسرے دوسرے شعرا کے اشعار کو مولانا روم کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور غضب یہ کہ غلط سلط مضامین جو ان اشعار میں ہیں ان کو علمی مضمون ۔ اسلامی تعلیم اور صوفیہ کے مسائل سمجھا جاتا ہے ۔ یہ تصرف و تحریف اگر نام نہاد واعظین اور اہلِ علم نے کیا ہے اور دانستہ کیا ہے تو ان کی بدترین علمی خیانت ہے اور اگر نادانستہ کیا ہے تو ان کی بہترین علامتِ جہالت ہے لیکن اگر کسی شاعر نے اس نیت سے غلط اشعار کہے کہ آج نہیں تو کل ۔ یا دس بیس پچاس برس کے بعد میرے ایسے اشعار خلط ملط ہو کر مثنوی کے اشعار اور مولانا روم کے زادۂ فکر مشہور ہو جاتیں تو اُسے عارفِ شیرازی کا یہ شعر نہ بھولنا چاہیے

؎ کس نیاید بزیرِ سایہ بوم　　ور ہُما از جہاں شود معدوم

یعنی ہُما اگر جہاں سے معدوم بھی ہو جائے تب بھی کوئی شخص الو کے سایہ میں آنا تو کبھی پسند نہ کرے گا ایسے سوقیانہ مضامین تو کوئی سمجھ دار شخص کبھی مثنوی کا تسلیم ہی نہ کرے گا۔

آیئے اس وقت میں آپ کو چند ایسے اشعار سناؤں جن کے متعلق غالباً ۹۸ اور ۹۹ فی صدی لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ یہ اشعار مولانا روم کی مشہورِ عالم مثنوی کے ہیں حالانکہ مولانا کے چھیوں دفتروں میں کہیں ان کا پتہ نہیں اور پتہ ہوتا تو کیوں کر ہوتا ان کے مضامین ہی صحیح اور تعلیماتِ اسلامی



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کے موافق نہیں۔

صاحبِ علم و فہم فوراً سمجھ لیتے ہیں کہ یہ کسی چالاک اور بد عقیدہ شخص کا کلام ہے جو اہل اسلام کے عقائد میں رخنے اور وسوسے ڈالنا چاہتا ہے۔ لیکن اب تک اہلِ علم ایسے اشعار کو سن کر صرف لاحول الخ پڑھ کر گزر جاتے تھے وہ اس کو شاید اپنے مرتبہ سے فروتر سمجھتے تھے کہ اس کا علم عام لوگوں میں بھی پھیلائیں تاکہ لوگ علم صحیح حاصل کر کے ایسی تلبیس سے چوکنا ہو رہیں مگر میں اسے علم کی خدمت بھی سمجھتا ہوں اور عوام کی خدمت بھی سمجھتا ہوں کہ ایسی معلومات کو عام کر دیا جائے وباللہ التوفیق۔

۱۔ ایک شعر بہت مشہور ہے:۔

بر زباں تسبیح و در دل گاؤ خر — ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

اکثر لوگ تو اسے مولانا روم کی مثنوی کا شعر سمجھتے ہیں اور بعض جو واقف کار ہوں گے وہ بھی شاید اسے الحاقی کہہ دیں گے مگر جیسا میں آگے چل کر بتاؤں گا یہ شعر الحاقی بھی نہیں ہے الحاقی تو اس شعر کو کہتے ہیں جو اصلی مشہور شاعر کا نہ ہو کسی بد نیت گمنام شاعر نے کہہ کر اس مشہور شاعر کی تصانیف میں چپکے سے ملا دیا ہو اور اس مشہور شاعر کی تصانیف میں ............ وہ الحاقی شعر موجود بھی ہو یہاں تو یہ صورت ہے کہ مولانا کی مثنوی میں اس شعر کا کہیں پتہ نہیں۔ اور یہ شعر ایک معلوم الاسم شاعر کا اس کی ایک تصنیف میں موجود ہے اب یہ واعظین ہیں کہ ایک شاعر کا کلام دوسرے کے نام سے پڑھتے پھرتے ہیں خیر اب اس کا مطلب سنیئے "اگر کوئی شخص زبان سے اللہ کا ذکر (سبحان اللہ یا الحمد للہ وغیرہ) اس طرح کئے جا رہا ہو کہ اس کے دل میں ادھر اُدھر کی فضول دنیوی باتیں بھری ہیں تو ایسا ذکر بے کار ہے" ظاہر نظر میں یہ مضمون صحیح معلوم ہوتا ہے ہم لوگ بھی بعض وقت بعض نمازیوں اور ذکر کرنے والوں کو یہ نصیحت کر گزرتے ہیں مگر آپ ذرا ڈوب کر دیکھئے گا تو آپ بھی کہہ اٹھیئے گا کہ ع غلطیہائے مضامین مت پوچھ! میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر کسی مریض کا دل دوا پینے کی طرف مائل نہیں اور دل سوز طبیب اس مرض کی ایک خاص دوا کی تاثیر کو حق الیقین کے درجہ میں جانتا ہے تو کیا اس طبیب کا مریض سے یہ کہنا کوئی عقل کی بات ہو گی کہ اگر تمہارا دل دوا پینے کو نہیں چاہتا تو جانے دو نہ پیو؟ یا ایک بد شوق طالب علم سے اس کا شفیق باپ یا استاد آیا یہ کہے گا کہ تمہیں شوق نہیں ہے تو نہ پڑھو یا یہ کہے گا کہ میاں تم بد شوقی ہی کے ساتھ سہی کچھ دنوں پابندی سے پڑھتے تو جاؤ۔ خیر یہ تو دو عام مثالیں تھیں جن میں اس کا بھی امکان و احتمال ہے کہ دوا اور علم کا اثر کسی پر کچھ نہ ہو لیکن اللہ کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



ذکر میں تو یہ احتمال بھی نہیں کیونکہ قرآن میں ہے

"لہٗ دعوۃ الحق — مفید پکارنا تو بس اللہ ہی کا ہے

دوسری جگہ ہے

تبارک اسم ربک — تیرے رب کے نام میں عجیب برکت اور تاثیر ہے

اس لئے اس کا نام لینا اور ذکر و تسبیح بے دلی سے کرنا بھی تاثیر اور برکت سے خالی نہیں ہاں یہ بات ضرور صحیح ہے کہ اگر دل سے ذکر ہو تو اس میں تاثیر زیادہ اور جلد ہوگی۔

۲- دوسرا شعر یہ ہے:-

من ز قرآں مغز را برداشتم — استخواں پیش سگاں انداختم

شعر کا مطلب یہ نکلتا اور یہی کہا جاتا ہے کہ "قرآن کا گودا گودا تو میں نے لے لیا باقی ہڈی کتوں کے سامنے ڈال دی کہ باہم لڑیں" بظاہر شاید اس مضمون میں بھی کوئی قباحت نہ معلوم ہو اول تو میری سمجھ میں یہی نہیں آتا کہ اگر یہ شعر مولانا رومی کا ہے تو اس کے نظم کے وقت مولانا کس عالم میں تھے کہ برداشتم کا قافیہ انداختم لکھ گئے کیوں کہ "شتم" یہاں حرف قید ہے اہذا برداشتم کی جگہ پرداختم وغیرہ قافیہ ہونا چاہیے تھا تاہم اگر آپ اس مشکل سے اس طرح عہدہ برآ ہو جائیے کہ مولانا روم کو اس لحاظ سے کہ وہ شعر کی مصطلحہ پابندیوں کی پروا نہیں کرتے مولانا شبلی کے الفاظ میں آپ بھی کہہ دیجئے کہ شاعری کی شریعت کے کافر تھے تو پھر دوسری دقت مضمون کی لغویت کی سامنے آتی ہے۔

مگر اس سے یہی مطلب نکلتا ہے کہ قرآن میں کچھ تو تھا مغز اور مرغوب چیز اور کچھ تھی ہڈی اور اور غیر مرغوب چیز۔ مغز اور کام کی چیزیں تو میں نے لے لی اور بے کار چیزیں دوسروں نے لے لیں مگر حاشا کہ کلام الٰہی میں ایک لفظ ایک نقطہ اور شوشہ بھی بے کار نامرغوب چیز ہو اگر آپ قرآن فہمی کے مختلف مراتب کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہوں تب بھی آپ کو ایسی چیز سے قرآن کی تشبیہ دینی چاہئے جو اپنے ہر مرتبہ میں صحیح - مرغوب - نافع - مقصود اور متبرک ہو مثلاً بچوں کی مٹھائی جس میں کئی رنگین تہیں ہوتی ہیں پہلی پرت چوس لینے کے بعد دوسرے رنگ کی پرت جو اس کے نیچے نکلتی ہے وہ بھی پہلی پرت اور تہ ہی کی طرح مرغوب اور مقصود ہے - اس کا کوئی حصہ زائد - نامرغوب، غیر مقصود بے کار ہے ہی نہیں یہ مضمون اس قرآن کے بارہ میں جسے اللہ نے آنحضرت صلعم پر اتارا اور خود اس کی حفاظت کا وعدہ اور سامان کیا جو مسلمانوں کے سینوں میں موجود اور محفوظ ہے اس کے متعلق مولانا روم تو کیا کوئی معمولی مسلم بھی نہیں کہہ سکتا اور کیوں کر کہہ سکتا ہے جب کہ حضور صلعم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com


نے ایک ایسے شخص کو بھی دو ثواب کی بشارت دی ہے جو صرف اس کے الفاظ بہت مشکل سے اٹک اٹک کر پڑھ رہا ہو ظاہر ہے کہ ایسے شخص کا منتہائے مقصود صرف تلاوتِ الفاظ ہی ہو سکتا ہے نہ کہ اس کے مطلب اور مغز کا سمجھنا

یاد رہے کہ اس شعر کو صحیح ثابت کرنے کے لئے یہ کہہ دینا ایک مغالطہ دہی اور وسوسہ اندازی ہو گا کہ شاعر نے استخوان ان فضول باتوں کو کہا ہے جن پر اسلام کے مختلف فرقے اور گروہ باہم اختلاف اور بحث وجدال کرتے رہتے ہیں کیوں کہ یہ تو اہلِ غرض کی غرض پرستی ہے جو وہ قرآن کے مضامین کو اپنی خواہشات کی تائید میں استعمال کرتے ہیں خود قرآن کی خرابی اور قرآن میں ہڈی اور بے کار شی کا وجود تو اس سے ثابت نہیں ہوتا۔

تیسرا شعر سنئیے :۔

۳۔ ہفصد و ہفتاد قالب دیدہ ام ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ میں نے سات سو ستر چولے بدلے ہیں میں گھاس کی طرح نہ معلوم کتنی بار اگ چکا ہوں یہ خیال تناسخ اور آواگون کے معتقدین کا ہو سکتا ہے یا شعرا کی مضمون آفرینی اور حسن تعلیل کا شعر ہو سکتا ہے یہ کوئی صحیح علمی مضمون یا اسلامی عقیدہ تو کبھی ہو ہی نہیں سکتا۔

ایک ہی انسان کے بار بار اس دنیا میں آنے کو تین باتیں لازم ہیں ایک یہ کہ عالم قبر سے اس دنیا میں آنا ممکن ہو دوسری یہ کہ خدا کے یہاں انسانوں کی روحیں اور سانچے محدود ہی ہوں کہ وہ ایک بار آئی ہوئی روحوں ہی کو پھیر بدل کر بھیجتا رہتا ہے تیسرے یہ کہ انسان جو ایک چولے اور جسم میں اشرف المخلوقات تھا وہ دوسری بار کتے اور سور کی ذلیل شکلوں میں پھر اسی دنیا میں پیدا ہو۔ اور یہ تینوں باتیں غلط ہیں پہلی بات یوں غلط ہے کہ قرآن نے عالمِ قبر سے دنیا میں واپس آنے کو محال بتایا ہے فرماتے ہیں

۱۔ وحرام علی قریۃ اھلکناھا انھم لا یرجعون

۲۔ ومن ورائھم برزخ الی یوم یبعثون

ان اسلامی عقیدوں کے بعد یہ بات کوئی منکر قرآن ہی کہہ سکتا ہے کہ انسان مرنے کے بعد پھر اس دنیا میں آتا ہے رہا یہ کہ شکم مادر میں انسان سات اطوار وادوار سے گزرتا ہے یا صلب پدر میں نطفہ کا مادہ کچھ جماد سے بنتا ہے کچھ نبات سے اور کچھ حیوان سے تو ہمیں اس کا انکار نہیں ہے گفتگو تو سات سو ستر چولے بدلنے اور بار بار ایک ہی شکل میں پیدا ہونے اور اس دنیا میں واپس آنے کی ہے۔

یہاں ہم پھر یاد دلادیں کہ مرزا غالب کا یہ شعر ہے


© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں

یا عمر خیام کے ایسے اشعار ؎

ہر سبزہ کہ بر کنار جوئے رستہ است گویا ز لب فرشتہ خوی رستہ است

یا دوسرے شعرا کے اس مضمون کے اشعار محض شاعرانہ مضمون ہیں اور شعراء کا یہ مایۂ خمیر بقول قرآن "فی کل وادٍ یھیمون" ہے اس کا اسلامی تعلیمات۔ حیات و ممات اور عقاید موت و برزخ سے کیا تعلق؟

چوتھا شعر ملاحظہ ہو:۔

۴۔ دینِ حق را چار مذہب ساختند رخنہ در دینِ نبی انداختند

اس کا ترجمہ یہ ہے "لوگوں نے خدا کے بھیجے ہوئے ایک مذہب کو چار مذہب بنا دیا اور اس فعل سے دینِ نبوی میں خرابی ڈال دی" اس شعر میں فقہ اسلامی کے چار مذاہب (حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی) پر چوٹ کی ہے اس کے انداز سے معلوم ہو رہا ہے کہ شاعر ان چاروں سے یکساں طور پر خفا ہے وہ شاید فقہ اربع کو اغراض اور ہوائے نفسانی سے ناشی سمجھتا ہے اس کے نزدیک شاید فقہ کے چار ہو جانے میں سوا ایک دوسرے کی مخالفت اور مقابلہ کے اور کوئی پہلو ممکن ہی نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر اس شاعر کے نزدیک آنحضرت کے ارشادات کا مطلب ایک سے زائد نکالنا قابل اعتراض ہے تو شاید اس کے نزدیک غالب کے اشعار کے کئی کئی پہلو نکالنا بھی قابل اعتراض ہو گا اور اسی منطق سے خود حق تعالیٰ کے کلام پاک کے مطلب اور تفسیر میں بھی ایک سے زائد پہلو نکالنا قابل اعتراض ہو گا نیز دنیوی حکومتوں کے لیجسلیچر میں قوانین کی موشگافیاں اور ایک سے زائد تشریح کرنا سخت جرم اور قوانین میں رخنہ ڈالنا ہو گا اور اس کے نزدیک ایسے مقنن تو یقیناً گردن زدنی ہوں گے اس بے علم کو معلوم ہونا چاہئے کہ ارشاداتِ نبوی متعلق دینِ حق میں سہولت آمیز لچک ہے۔ چاروں اماموں نے جو کچھ قانون ایک ارشادِ نبوی سے سمجھا سب درست ہے ہر امام کے ماننے والے کا عمل اپنے اپنے امام کی تشریح کے مطابق جو کچھ ہو گا وہ عین منشاء رسول اور مرضیِ حق ہے۔ اللہ کو بندوں کے ساتھ سہولت آسانی ملحوظ ہے یہ بات نہیں ہے کہ منشاء نبوی صرف ایک ہو اور کسی ایک امام نے تو اسے ٹھیک سمجھا باقی تین اماموں نے غلط سمجھا ہو یہ کسی سخت گیر آقا کے قوانین کا حال ہو سکتا ہے رب العلمین کے قوانین میں لچک اور سہولت رکھی گئی ہے۔

بہر حال ایسی ناواقفی اور بے عقلی کی بات اور وہ بھی بدگوئی کے لب و لہجہ میں کسی



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دشمنِ اسلام کی تو ہو سکتی ہے مولانا روم کا یہ شعر کبھی نہیں ہو سکتا۔

پانچواں شعر ملاحظہ ہو:-

چوں صحابہ حُبّ دنیا داشتند مصطفےٰ را بے کفن بگذاشتند

یہ شعر تو پکار پکار کہہ رہا ہے کہ مولانا روم تو کیا ایک معمولی مسلمان زبان پر تو کیا لانا خیال میں بھی نہیں لا سکتا تھا اس میں نہ صرف انصارؓ کو بلکہ تمام صحابہ کو اور در پردہ حضرت علیؓ کو بھی برا کہنا چاہتا ہے اور سب سے لوگوں کو بدظن کرنا چاہتا ہے۔ کہتا ہے کہ "چونکہ سب صحابہ دنیا کی محبت رکھتے تھے دین کی محبت ان میں نہ تھی اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بے کفن چھوڑ کر (دنیا داری کی فکر میں) چلے گئے" حالانکہ وفات نبوی کے وقت تمام اہلِ تاریخ متفق اللفظ ہیں کہ

۱۔ جب حضرت ابو بکرؓ اسی روز حضور کی حالت میں افاقہ پا کر اپنی سسرال چلے گئے تھے وہاں سے یہ خبر وحشت اثر سن کر دوڑے ہوئے جب آئے تو کاشانۂ نبوت میں دیکھا کہ صحابہ حتیٰ کہ حضرت عمرؓ بھی بدحواس ہیں [اس سے ثابت ہوا کہ وفات نبوی کے وقت صحابہؓ، حضرت عمرؓ جسدِ اطہر کے پاس تھے]

۲۔ حضرت ابو بکرؓ نے جسدِ اطہر کی چادر اٹھا کر روئے انور کو بوسہ دیا باہر آ کر تقریر کی جس میں آیت مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْل پڑھی اس وقت تمام صحابہ کے ہوش بجا ہوئے [اس سے بھی ثابت ہوا کہ صحابہ جسدِ اطہر کے پاس تھے]

۳۔ بخاری ج ۲ صفحہ ۱۰۰۹ (کتاب المحاربین) ابن عباسؓ کی روایت میں ہے

"من خبرنا حین توفی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان الانصار خالفونا واجتمعوا باسرھم فی سقیفۃ بنی ساعدۃ وخالف عنی علیؓ والزبیر ومن معھما واجتمع المہاجرون الی ابی بکر فقلت لہ انطلق بنا الی اخواننا الانصار"

"یعنی حضور کی وفات کے وقت تین گروہ تھے تمام انصار کا ایک گروہ حضرت زبیرؓ اور علیؓ کے ساتھ ان کے چند ہم خیال (یعنی حضرت عباسؓ اور ابو سفیان بن عبد المطلب) کا گروہ اور بقیہ تمام مہاجرین کا ابو بکرؓ کے ساتھ ایک گروہ میں نے ابو بکرؓ سے کہا ہمیں ہمارے انصار بھائیوں کی جماعت کے پاس لے چلئے"

اور موطا کی روایت میں ہے کہ "بیت فاطمہ میں حضرت علیؓ و زبیر وغیرہ جمع ہوئے کہ خلافت کا فیصلہ کریں حضرت عمرؓ نے کہا کہ انھیں چھوڑیئے انصار کے گروہ میں چلئے [کیوں کہ


© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com


ان کا مجمع زیادہ تھا ان کے اختلاف سے خطرات زیادہ تھے)۔ "یہ تھے حالات = بیت فاطمہ کی یہ خفیہ کمیٹی اگرچہ اصولاً غلط تھی کیونکہ حضور فرما گئے تھے کہ "ابو بکرؓ کے سوا کسی دوسرے کے خلیفہ ہونے پر نہ خدا راضی ہوگا نہ عام مسلمان (بخاری)" اس سے معلوم ہوا کہ ان عام مسلمان (صحابہؓ) ہی کی رائے عامہ دراصل منشار خداوندی کا معیار تھی نہ کہ چند افراد خاندان کی خفیہ کمیٹی بہرحال انصار الگ خلیفہ بننے کا خواب دیکھ رہے تھے اور اپنی ایک چوپال میں جمع تھے اور حضرت علیؓ وغیرہ الگ خلیفہ بننا چاہتے تھے اور جسد اطہر سے الگ بیت فاطمہ میں کمیٹی کر رہے تھے ابو بکرؓ اور عمرؓ اور جملہ مہاجرین تو جسدِ اطہر کے پاس ہی تھے اب صاف ثابت ہو گیا کہ اس شعر کا ناظم دراصل حضرت علیؓ کو اور انصار کو برا کہنا چاہتا ہے اب اگر آپ اس شخص کا نام معلوم کرنا چاہتے ہیں تو زیادہ بہتر ہوگا کہ آپ اس کو میری زبان سے نہیں ایک محقق عالم اور مسلم الثبوت ولی اللہ اور بزرگ کی زبان سے سنئے :-

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی جنہوں نے متعدد بار مثنوی شریف کا درس از اول تا آخر دیا ہے اور جنہوں نے اس کی مستند ترین شرح "کلید مثنوی" کے نام سے بھی لکھی ہے وہ فرماتے ہیں :-

" من ز قرآں مغز را برداشتم — استخواں پیشِ سگاں انداختم

یہ شعر جاہلوں نے مولانا (مولانا روم) کی طرف منسوب کیا ہے اور بھی بہت سے اشعار مولانا کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں مگر مثنوی میں ان میں سے ایک بھی نہیں۔ چنانچہ یہ اشعار بھی مولانا کی طرف منسوب ہیں

ہفصد و ہفتاد قالب دیدہ ام — من چو سبزہ بارہا روئیدہ ام

دین حق را چار مذہب ساختند — رخنہ در دینِ نبی انداختند

چوں صحابہ حب دنیا داشتند — مصطفےٰ را بے کفن بگذاشتند

(الاستماع والاتباع صـ۲۲ سلسلہ التبلیغ)

یہی عالم محقق اور عارف مدقق دوسری جگہ فرماتے ہیں :-

"... اب یہاں سے میں جواب دیتا ہوں ایک شعر کا جو مثنوی کا نہیں بلکہ نان حلوا کا ہے جس کا مصنف شیعی ہے بہاء الدین عاملی۔ مگر واعظوں نے اس شعر کو مثنوی کی طرف منسوب کر کے عوام کا ناس کر دیا وہ عام طور پر اپنے مواعظ میں اس پر زور دیتے ہیں کہ آج کل لوگوں کا نماز روزہ کچھ نہیں ہے محض بے کار ہے کیوں کہ نماز کی حالت میں وسوسے ان کو


© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گھیرے رہتے ہیں ذکر میں خیال منتشر ہوتا ہے اور اس پر یہ شعر پڑھ دیتے ہیں :-

برزبان تسبیح و در دل گاو و خر — ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

مگر میں تجربہ کی بنا پر کہتا ہوں کہ

ع — ایں چنیں تسبیح ہم دارد اثر

(خیر الحیات و خیر الممات ص ۵۰ سلسلہ التبلیغ)

لیکن ختم سے پہلے اس بہاؤ الدین عاملی (؟ آملی) کے چند اور اشعار بھی سن لیجئے جو اس کی اسی مثنوی نان و حلوا کے ہیں جس میں اس نے اپنے "مقتضائے طبیعت" سے مجبور ہو کر مولانا روم کو گالیاں دی ہیں کہتا ہے :-

ایں کلامِ صوفیانِ شوم نیست — مثنوی مولوی روم نیست

صوفیاں در ذکر چوں ہو، ہو کنند — قمریاں بر حالِ شاں کو، کو، کنند

مگر ان عالم نما جاہلوں سے اللہ ہی سمجھے کہ ایک شخص جو مولانا روم کو شوم تک کہہ رہا ہو یہ لوگ اسی کے "غلطیہائے مضامین" والے اشعار کو مولانا کی طرف مشہور و منسوب کرنے میں بھی دریغ نہیں کرتے فیا للعجب ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

# العلم والعلماء

یہ بہت بڑے امام حدیث علامہ ابن عبد البر کی شہرۂ آفاق کتاب "جامع بیان العلم و فضلہ" کا نہایت نفیس ترجمہ ہے کتاب کے مترجم مشہور ادیب اور بے مثال مترجم عبد الرزاق صاحب ملیح آبادی ہیں یہ ترجمہ مولانا ابو الکلام آزاد کے ارشاد کی تعمیل میں کیا گیا تھا جو اب ندوۃ المصنفین سے شایع کیا گیا ہے۔

علم و فضیلت علم و علماء پر اس درجے کی کوئی کتاب آج تک شائع نہیں ہوئی۔ صفحات ۳۰۰، بڑی تقطیع، کاغذ، کتابت، طباعت بہت عمدہ قیمت چار روپے آٹھ آنے مجلد پانچ روپے آٹھ آنے


© rasailojaraid.com